مرثیہ درحال حضرت قاسم ابن امام حسن علیہما السلام

نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

جب رن میں قتل بنت علیؑ کے پسر ہوئے
غل تھا کہ خوں میں تر پسر نوحہ گر ہوئے
پنہاں نظر سے ماں کی وہ رشک قمر ہوئے
کچھ اور بے قرار شہ بحر وبر ہوئے
اشکوں کا تار بندھ گیا آنکھوں سے شاہ کی
کچھ سوچ سوچ کے شہ عالم نے آہ کی

(۲)

لشکر میں بس یہ تین جری تھے لڑے جہاد
ہمشکل مصطفیؐ وعلمدار خوش نہاد
دولہا تھا ایک قاسمؑ ناشاد و نامراد
سب کی دعا تھی حق سے کہ اے خالقِ عباد
لاکھوں سے بھوک پیاس میں جاکر وغا کریں
پہلے ہمیں حسینؑ پہ سر کو فدا کریں

(۳)

کرتے تھے عرض آکے یہ عباسؑ عرش جاہ
باگیں اٹھائے منھ پہ چلی آتی ہے سپاہ
کثرت پہ بھولے ہیں یہ مگر اپنی روسیاہ
اذنِ وغا جو دیں مجھے شاہ فلک پناہ
کھل جائے ان کا حال جو زمیں دلیر ہیں
لڑکوں کو قتل کرکے یہ روباہ شیر ہیں

(۴)

اکبرؑ یہ کہہ رہے تھے کہ یا شاہ ذی وقار
فرمایئے تو اب میں کروں رن میں کارزار
کثرت پہ اپنی بھولے ہیں گر یہ جفا شعار
کھل جائے گا چلے گی جو یہ تیغ آبدار
اس ہاتھ کا جہان میں شہرہ کہاں نہیں
بے جان ان کو پر دیئے ہرگز اماں نہیں

(۵)

قاسمؑ یہ کہہ رہے تھے کہ یاشاہِ خوشخصال
پاسِ ادب سے عرض کی مجھ کو نہیں مجال
لیکن مقام غور ہے مولاکریں خیال
سب کو تو آج آپ نے دی رخصت جدال
ہمسن تو رن میں جنگ کریں فوج شام سے
رخصت ملے ہمیں کو نہ شاہِؑ انام سے

(۶)

مرجانے کی جگہ ہے یہ اے شاہ تشنہ لب
فرمایئے تو آپ مجھے کیا کہیں گے سب
زندہ رہوں یہ دل کو گوارا ہے میرے کب
اذن جہاد دیجئے بہرِ رسولؐ رب
صدمے عطش کے اب نہیں اٹھتے غلام سے
چھریاں جگر پہ چلتی ہیں جینے کے نام سے

(۷)

فرمایا کیا یہ کہتے ہو اے میرے نونہال
مجھ سے نہ ہوگا یہ کہ میں دوں رخصتِ جدال
جو جو خیال ہیں مرے دل میں بصد ملال
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیرِ ذو الجلال
پیری میں نوجواں کی جوانی کو روؤں میں
ہاتھوں سے مجتبیٰؑ کی نشانی کو کھوؤں میں

(۸)

دوں گا میں ایک کو بھی نہیں اذن کارزار
خود جاؤں گا وغا کو سوئے فوج بد شعار
دنیا میں جب نہ ہوگا یہ مظلوم و بے دیار
پھر اپنے اپنے فعل کا ہے سب کو اختیار
تب جنگ کرنا شوق سے اہل عناد سے
مانع نہ ہوگا پھر کوئی تم کو جہاد سے

(۹)

عمو سے روکے کہنے لگے قاسمؑ جواں
ٹکڑے جگر کے ہوتے ہیں سن سن کے یہ بیاں
یاد آگئی پدر کی وصیت جو ناگہاں
تعویذ کھول کر یہ کہا یا شہ زماں!
کچھ آپ کو بتول کے جانی نے ہے لکھا
پڑھیئے اِسے یہ حجت ثانی نے ہے لکھا

(۱۰)

مضمون سے جو اس کے ہوئے آپ باخبر
قاسمؑ سے روکے کہنے لگے شاہ بحر وبر
گر ہے خوشی یہ آپ کی اے پارۂ جگر
اچھا تمہیں بھی روئے گا شبیرؑ نوحہ گر
حسرت رہی نہ اب تو دل بے قرار کی
ماں سے بھی لیجے جاکے رضا کارزار کی

(۱۱)

دیتا کبھی نہ میں تمہیں میدان کی رضا
پر کیا کروں کہ حکم الٰہی یونہی ہوا
مجبور میں وصیت شبرؑ سے ہوگیا
ہر حال میں ہے صابر وشاکر یہ بینوا
ساعی ہوا بتول کا جایا سدھاریئے
مطلب تمہارے دل کا بر آیا سدھاریئے

(۱۲)

تسلیم کرکے خیمے کو قاسمؑ ہوئے رواں
فضہؑ کھڑی تھی در پہ جو با چشم خونچکاں
سب سن رہی تھی قاسمؑ و شبیرؑ کا بیاں
آکر یہ بی بیوں سے کہا تب بصد فغاں
شہؑ سے مصر تھا رن کی اجازت کے واسطے
دولہا دولہن سے آتا ہے رخصت کے واسطے

(۱۳)

دیتے نہ تھے رضائے وغا شاہ تشنہ کام
لیکن قدم پہ گر کے کچھ ایسے کئے کلام
مجبور جس سے ہوگئے سلطان خاص وعام
رن کی رضا تو دے چکے روتے ہیں پر امام
رنج والم سے آپ کی حالت تباہ ہے
آنکھوں سے اشک بہتے ہیں اور لب پہ آہ ہے

(۱۴)

میدان میں کھڑے ہیں ادھر قاسمؑ جواں
روتے ہیں پاس بھائی کے اکبرؑ بصد فغاں
عباسؑ نامدار کے بھی اشک ہیں رواں
شہؑ کا وہ حال ہے کہ نہیں قابل بیاں
غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
طاری ہے غش کبھی کبھی رقت حسینؑ پر

(۱۵)

یہ سن کے پیٹنے لگیں رانڈیں بچشم تر
دولہا کی ماں یہ کہنے لگی تھام کر جگر
لوگوں بتاؤ کس کے یہ لٹنے کی ہے خبر
کس نوجواں نے باندھی ہے مرنے پہ اب کمر
دار فنا سے کس مہ انور کا کوچ ہے
سنتی ہوں میں کہ قاسمؑ بے پر کا کوچ ہے

(۱۶)

لاکھوں سے لڑنے جاتا ہے گر میرا نونہال
پوچھے کوئی دلہن کا بھی کچھ اس کو ہے خیال
رخصت کو بھی نہ آئے گا کیا مجتبیٰؑ کا لال
اک شب کی بیاہی کا کہو کیا کیا نہ ہوگا حال
پیٹے گی خاک اڑائے گی آنسو بہائے گی
رخصت کو گھر سے آپ وہ میداں میں آئے گی

(۱۷)

فضہؑ نے عرض کی کہ وہ خود آئیں گے یہیں
تشویش کچھ نہ کیجئے جائے خطر نہیں
رخصت تو دے چکے انہیں سلطان مومنیں
لیکن ہوا ہے ساتھ ہی یہ حکم شاہ دیں
تعجیل اتنی عقل وفراست سے دور ہے
ماں سے بھی رخصت آپ کو لینی ضرور ہے

(۱۸)

باتیں یہ تھیں کہ قاسمؑ نوشاہ گھر میں آئے
بولے یہ ماں سے اذن وغا ہم چچا سے لائے
دیں حکم آپ بھی تو یہ خادم وغا کو جائے
فاقوں میں زخم تیغ وسناں آج تن پہ کھائے
حملے کروں میں فوج ہزیمت خصال پر
نرغہ ہے چار سمت سے حیدرؑ کے لال پر

(۱۹)

رخصت طلب ہیں اکبرؑ و عباسؑ نامور
دونوں کو آرزو ہے کٹے جلد تن سے سر
روتے ہیں دیکھ کر مجھے سلطان بحر وبر
ان دونوں میں کسی کو ملا اذن جنگ اگر
پھر میں جواب دوں گا بھلا کیا رسولؐ کو
کس طرح منہ دکھاؤں گا زوج بتولؑ کو

(۲۰)

ہاتھوں سے دل کو تھام کے بولی وہ سوگوار
بہتر ہے جاؤ شوق سے تم بہر کارزار
صدقے گئی دلہن کو تمہارا ہے انتظار
صورت دکھاتے جائیو پھر اس کو ماں نثار
لیکن نہ بیٹھ رہنا کہیں تم دولہن کے پاس
جانا ہے جلد باغ جناں میں حسنؑ کے پاس

(۲۱)

تھا دین جو کہ آپ کا مجھ دل ملول پر
اس کو ادا میں کر چکی اے میرے سیمبر
گر آب آب ہوئیے اے غیرت قمر
مادر سے کام کیا تمہیں اب اے مرے پسر
انداز یہ تو انس و محبت سے دور ہے
رخصت دلہن سے آپ کو ہونا ضرور ہے

(۲۲)

ماں ہو کے میں یہ کہتی ہوں اے میرے گلعذار
پھر جائے تیرے حلق پہ گر تیغ آبدار
جز شکر اور کچھ نہ کہوں میں جگر فگار
جینے سے مرنا آج کا بہتر ہے میں نثار
لذت جناں میں اس مرے کہنے کی پاؤ گے
بابا کے پاس لطف شہادت اٹھاؤ گے

(۲۳)

دنیا میں ایک سا نہیں رہتا کوئی بشر
مرجاتا ہے پدر کبھی پہلے، کبھی پسر
سر بار اس کو ہے جو کسے جنگ پر کمر
رہ جاتا ہے جہان میں نام و نشاں مگر
صفدر ہو، صف شکن ہو، بہادر ہو، شیر ہو
یوں رن کرو کہ لشکر غدار زیر ہو

(۲۴)

رخصت طلب ہیں شاہ سے عباسؑ حق شناس
اکبرؑ کے دل پہ چھایا ہے رنج وغم وہراس
اور منتظر ہیں آپ کے شاہ فلک اساس
لوجاؤ دیر ہوتی ہے واری دلہن کے پاس
رہ جائے سب میں نام کہ اس میں بھی نام ہے
ہونے نہ پائے دیر کہ نازک یہ کام ہے

(۲۵)

کی عرض فضل حق سے یہی ہوگا بے گماں
تسلیم کرکے ماں کو چلا پھر وہ نوجواں
پہنچے وہاں وہ بیکس وناشاد تھی جہاں
کہنے لگے یہ اس سے بصد نالہ وفغاں
نکلی نہ آرزو کوئی اس دلفگار کی
جاتا ہوں لو مدد کو غریب الدّیار کی

(۲۶)

آنسورواں ہیں آنکھوں سے حضرت کا ہے یہ حال
سنتے ہیں سب کی سر کو جھکائے بصد ملال
دیتے نہیں جواب مگر شاہ خوشخصال
آمادۂ وغا ہے ادھر فوجِ بدمآل
آتے ہیں گھیرنے جو شہ تشنہ کام کو
عباسؑ جا کے روکتے ہیں فوج شام کو

(۲۷)

وہ کیا کہوں جو اکبرؑ و عباسؑ کا ہے رنگ
دوبھر ہے ان کو جان وہ ہیں زیست سے تنگ
چبکے کھڑے ہیں دیر سے یہ دیکھتا ہوں ڈھنگ
دونوں دلاوروں کو شجاعت کی ہے امنگ
عمو بضد ہیں شہ سے اجازت کے واسطے
بھائی مصر ہیں دیر سے رخصت کے واسطے

(۲۸)

بڑھ بڑھ کے یہ پرے سے صدا دیتے ہیں عدو
جلدی کسی کو بھیجئے یاشاہ نیک خو
دل میں بہادروں کے ہے بس اب یہ آرزو
تیغوں سے کٹ چکے کہیں شبیرؑ کا گلو
بے سر جو تیغ تیز سے یہ تشنہ کام ہو
آرام ہو یزید کو، قصہ تمام ہو

(۲۹)

اللہ رے صبر آپ تو بولے نہ کچھ امام
عباسؑ نامدار نے پھر یہ کئے کلام
بس بس زباں کو روکے ہوئے اے گروہ شام
موجود جب غلام ہوں آقا سے کیا ہے کام
ارشاد گر ہو سبط رسولؐ مجید کا
دار الامارہ جاکے الٹ دوں یزید کا

(۳۰)

کیا ہوگا گر بگڑ گئے عباسؑ باوفا
اکبرؑ نے یا کہ شاہ سے لی جنگ کی رضا
منصف تمہیں ہو لوگ مجھے پھر کہیں گے کیا
یونہیں ہیں مجھ سے والدہ اس بات پر خفا
اب دھیان آیا جب وہ جہاں سے گذر گئے
کیوں تم نہ پہلے عونؑ و محمدؑ سے مر گئے

(۳۱)

کی عرض ہم کو اذن اگر دیتے شاہ دیں
حر سے بھی پہلے شہ پہ فدا کرتے جاں ہمیں
پھر کیا کریں کہ اپنے تو قابو میں جی نہیں
دیتے نہ تھے رضا ہمیں سلطانِ مومنیں
رخصت طلب میں کرتا تھا جب رزمگاہ کی
حالت تغییر ہوتی تھی زہراؑ کے ماہ کی

(۳۲)

اب بھی رضا نہ دیتے تھے ہم کو شہ انام
لیکن پدر کی آئی وصیت ہمارے کام
مجبور اس سے ہوگئے سلطان خاص وعام
رخصت نہ دیتے ورنہ کبھی شاہ تشنہ کام
ہم کو نہ جبکہ اذن ہو شاہ انام کا
پھر کہئے کیا قصور ہے اس تشنہ کام کا

(۳۳)

مجھ سے کلام یاس جب اماں نے یہ سنا
کہنے لگیں کہ خوب جو ہونا تھا سو ہوا
لیکن نہ اب بھی ہوگے چچا پر اگر فدا
پھر دودھ میں نہ بخشوں گی اے میرے مہ لقا
لازم ہے شاہ دیں پہ سر اپنا فدا کرو
لو جاؤ دیر ہوتی ہے رن میں وغا کرو

(۳۴)

رخصت وغا کی لے کے میں مظلوم وتشنہ لب
آیا ہوں تم سے ملنے کو بھی ہاں بصد تعب
رخصت طلب ہوں تم سے بھی گودے چکے ہیں سب
بولو تو کچھ کہ مرنے کو جاتا ہوں رن میں اب
ارمان ہم یہ لے کے نہ جائیں جہان سے
کچھ تو کہو خدا کے لئے تم زبان سے

(۳۵)

کن کن مصیبتوں کو یہ غربت زدہ کہے
جو جو تھے دل میں حسرت وارماں بھرے ہوئے
افسوس ہے کہ آج وہ سب خاک میں ملے
ناشاد و نامراد ہی دنیا سے ہم چلے
دولہا نہ کہہ کے کوئی جو روتا تو خوب تھا
اے کاش اس سے بیاہ نہ ہوتا تو خوب تھا

(۳۶)

کیوں نام کو بنا تھا میں دولہا جگر فگار
تھی کیا خبر کہ ہوگی اجل خود گلے کا ہار
یہ سانحہ کسی کو دکھائے نہ کردگار
یہ بیاہ بھی ہمارا جہاں میں ہے یادگار
بھولیں گے تا بہ حشر نہ پیرو جواں ہمیں
کہہ کہہ کے دولہا روئیں گے اہل جہاں ہمیں

(۳۷)

صاحب تمہارا حق بطرف ہے خدا گواہ
ایسا ہوا ہے اور نہ ہوگا کسی کا بیاہ
سہرے کے بدلے موئے پریشاں ہیں منہ پہ آہ
شادی ہو شب کو صبح کو ہوجائے گھر تباہ
ماتم میں ہوں شریک براتی عروس کے
سامان سب عزا کے ہوں بدلے جلوس کے

(۳۸)

دولہا نے جب دولہن سے کہا یہ بصد فغاں
بے اختیار آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
کہنے لگی وہ بیکس وناشاد وخستہ جاں
بس بس کہ منہ کو آتا ہے دل سن کے یہ بیاں
رخصت تو سب سے لے چکے تم رزمگاہ کی
صورت مگر بتاؤ ہمارے نباہ کی

(۳۹)

مرنے پہ اپنی آپ نے باندھی ہے گر کمر
شوق جہاد میں نہ ہو تم مجھ سے بے خبر
ایسی بتاتے جاؤ ہمیں کوئی جا مگر
کاٹوں جہاں میں اپنا رنڈاپا یہ بیٹھ کر
تسکین دیتے جاؤ کہ دل بے قرار ہے
صاحب کو اپنے فعل کا پھر اختیار ہے

(۴۰)

میں کون ہوں جو دوں کہ نہ دوں اذن کارزار
مختار جو تھے دے چکے وہ تم کو اختیار
منصف تمہیں ہو، میرا یہ بیجا ہے اضطرار
بیتاب جس کا دل ہو وہ کیوں ہو نہ بے قرار
جنت میں اپنے ساتھ مجھے لے کے جایئے
جاتے ہیں آپ گر تو پتا دے کے جایئے

(۴۱)

یہ تو کہو کہ ہوگی ملاقات اب کہاں
دو کچھ مجھے بتا کہ اسی سے ملے نشاں
کہنے لگے یہ قاسم ناشاد وخستہ جاں
ہوگی جناں میں ہم سے ملاقات بے گماں
جب ڈھونڈھنے کو خلد میں تم آؤ گی ہمیں
جس جا حسینؑ ہوں گے وہاں پاؤ گی ہمیں

(۴۲)

اک ٹکڑا آستیں کا انہیں پھاڑ کردیا
کہنے لگا وہ بیکس وناشاد وبے نوا
لو یہ نشان ہے مرا اے غم کی مبتلا
محشر میں اس نشاں سے مجھے آکے ڈھونڈھنا
سر کو کٹانے جاتا ہوں میں جس کی راہ میں
دیتا ہوں بس اسی کی میں تم کو پناہ میں

(۴۳)

سچ ہے تمہارا غم ہے سبھوں سے زیادہ تر
لیکن خدا کے واسطے اے میری نوحہ گر
بس بس نہ روؤ ہچکیاں لے لے کے اس قدر
حالت تمہاری دیکھ کے شق ہوتا ہے جگر
لاشے پہ آکے اشکوں سے منھ دھو کے روئیو
ہوجاؤں جب شہید تو جی کھو کے روئیو

(۴۴)

آئی نہ تاب، قاسمؑ نوشاہ بیٹھ کر
دامن سے پوچھنے لگے آنسو بچشم تر
ہاتھوں سے دل کو تھام کے بولی وہ نوحہ گر
اچھا سدھارو قتل پہ میرے کسو کمر
آباد جو ہوا تھا وہ برباد گھر کرو
کیا اختیار خیر جہاں سے سفر کرو

(۴۵)

اٹھے دلہن کے پاس سے قاسمؑ بصد ملال
پھر ماں سے آکے نقل کیا اپنا سارا حال
آیا وغا کا قاسمؑ بے پر کو جب خیال
فرط خوشی سے ہوگئے رخسار لال لال
سو جاں سے ماں فدا ہوئی گیسو سنوار کے
ہتھیار پھر بدن پہ سجے کارزار کے

(۴۶)

ہتھیار سج کے قاسمؑ شیریں سخن چلے
چلائی ماں کہ اے مرے گل پیرہن چلے
مرنے کو رن میں اے مرے غنچہ دہن چلے
واری اجاڑ کرکے ہمارا چمن چلے
پھولے پھلے نہ تم چمن روزگار میں
جھونکا خزاں کا چل گیا فصل بہار میں

(۴۷)

سب سے وداع ہو کے چلا جب وہ نوجواں
سر پیٹتی ہی رہ گئی قاسمؑ بنے کی ماں
دل پر بنی عروس کے جو، کیا کروں بیاں
پہنچا در خیام پہ نوشاہ ناگہاں
آنکھوں سے ماں کی مہر لقا وہ نہاں ہوا
برجِ شرف سے نیر تاباں عیاں ہوا

(۴۸)

اک غل ہوا کہ اشہبِ ابن حسن کو لاؤ
قاسمؑ چڑھیں گے رن پہ غزال ختن کو لاؤ
ہاں سج کے آن بان سے سیمیں بدن کو لاؤ
دولہا کھڑا ہے دیر سے جلدی دلہن کو لاؤ
نوشاہ پر ظفر ہو یہ جرات سے دور ہے
گھونگھٹ سیاہ شام کو کھانا ضرور ہے

(۴۹)

ناگاہ جھومتا ہوا آیا وہ راہوار
خادم تھا باگڈور سنبھالے بصد وقار
کمسن جو تھے نہ چڑھ سکے گھوڑے پہ زینہار
لکھا ہے آکے شاہ امم نے کیا سوار
روئے گلے لگا کے برادر کے لال کو
رخصت کیا حسینؑ نے شبرؑ کے لال کو

(۵۰)

رن کو عقاب قاسمؑ گلگوں قبا چلا
جھونکا ہوا کا جانب دشت وغا چلا
آندھی چلی کہ جھومتا وہ بادپا چلا
دشت بلا کی خاک اڑاتا ہوا چلا
ظاہر فلک پہ مہر مبیں ہے نہ ماہ ہے
آنکھوں میں اہلِ شام کے عالم سیاہ ہے

(۵۱)

کیا تیز یاں عقاب صبا دم کی میں لکھوں
آہو کا دیکھ دیکھ کے ہوتا ہے خشک خوں
عاجز یہ ہو کے کہتی تھی صرصر میں کیا کہوں
کس طرح اس کی تیزروی کا میں ساتھ دوں
آفت کا تیز رو ہے قیامت کی چال ہے
گرتی ہوں کوئی دم میں سنبھلنا محال ہے

(۵۲)

آب وسحاب وتند ہوا سے بھی تیز ہے
مرغ نگاہ و پیک صبا سے بھی تیز ہے
عمر روان و باد فنا سے بھی تیز ہے
کیا فکر پہنچے ذہن رسا سے بھی تیز ہے
دریائے فکر جوش میں آ آکے بہہ گیا
دوڑا یا لاکھ ذہن پہ تھک تھک کے رہ گیا

(۵۳)

وہ شوخیاں فرس کی، وہ چھل بل، وہ آؤ جاؤ
ہرگام پر وہ پاؤ قدم جس پہ چین پاؤ
وہ میٹھی پوئی جس کے بیاں میں مزا اٹھاؤ
دولہا کے باد پا میں دولہن کا تھا سب بناؤ
اندھیاری تھی فرس کی کہ سہرا عروس کا
روشن تھا صاف سہرے سے چہرا عروس کا

(۵۴)

وہ تھوتھنی وہ گردن وسینہ وہ سم وہ یال
کب تھی وہ یال حور و پری کے کھلے تھے بال
طاؤس و کبک سے نہ کبھی دوں گا میں مثال
چھلکے نہ جام آب کا ایسی سبک تھی چال
پیک صبا کا دور میں اس تک گذر نہ ہو
آنکھوں پہ پتلیاں جو دھرے وہ خبر نہ ہو

(۵۵)

مرکب کی یہ شکوہ تھی راکب کی تھی وہ شان
وہ رعب ہے، وہ داب و تہوّر وہ آن بان
قاصر ہے جس کی مدح وثنا میں مری زبان
لیکن خیال ہے کہ سراپا کروں بیان
پھرنے لگی نگاہوں میں اس کم سخن کی شکل
سب کو دکھادوں کھینچ کے ابن حسنؑ کی شکل

(۵۶)

ہوتا ہے فرق پاک سے وہ نور آشکار
خورشید وماہ، شام وسحر جس پہ ہوں نثار
کاندھے تلک پڑے ہیں وہ گیسوئے مشکبار
قربان جن پہ ہو شب یلدا ہزار بار
مضموں سے ان کے سنبل پیچاں بھی ہیچ ہے
کھنچ آئے قلب حور وہ ایک ایک پیچ ہے

(۵۷)

چیں بر جبیں ہیں یا ہے فلک پر یہ کہکشاں
ابرو ہیں دوہلال محرم خدا کی شاں
آنکھیں وہ نرگسی کہ فدا جن پہ باغباں
مژگاں میں صنعتیں ہیں کہ چلتی ہیں برچھیاں
کیا منہ کسی کا آکے جو ان سے دو چار ہو
دل ناوک نظر سے عدو کا فگار ہو

(۵۸)

بے آب مضمحل ہیں جورخسار گلعذار
پژمردہ پھول دوہیں یہ ہوتا ہے آشکار
بینی ہے یا کہ شمع ہے روشن بصد وقار
سوکھے لبوں پہ پستۂ باغ جناں نثار
گویا دہن کے وصف میں میری زباں نہیں
عنقا کی طرح نام ہے لیکن نشاں نہیں

(۵۹)

دنداں کی آب وتاب بیاں کیا کروں بھلا
پڑتی ہے چھوٹ ہنسنے میں تاروں سے بھی سوا
دل نے کہا کہ دونوں کی ہو مدح ایک جا
کی فکر میں نے جب تو یہ مضمون مل گیا
ظاہر کبھی ہیں اور کبھی ہیں چھپے ہوئے
بتیس دُر ہیں بطنِ صدف میں بھرے ہوئے

(۶۰)

ساحل ہیں لب، ہے چشمۂ کوثر دہن مگر
گرمی سے نام کو بھی نہیں ان میں ایک تر
حدت سے آفتاب کی ہیں خشک سر بسر
آخر کو قحط آب کا ظاہر ہوا اثر
قلب و جگر وفور عطش سے کباب ہے
خشک اس سبب سے چاہ زنخداں کا آب ہے

(۶۱)

گردن نہیں بیاض سحر ہے یہ جلوہ گر
روشن ہے جس کے نور سے سب کوہ ودشت ودر
قالب میں یا یہ شمع ڈھلی ہےگی سر بسر
پروانہ جس پہ آپ ہے صانع زہے ہنر
حُسن حَسن سے عضو ہر اک بے مثال ہے
تکمہ سُہا ہے اور گریباں ہلال ہے

(۶۲)

سینہ نہیں ہے تختۂ روشن ہے نور کا
قلب وجگر میں نور کے مسکن ہے نور کا
اٹھتے ہیں بقعے نور کے مخزن ہے نور کا
یہ وصف مختصر ہے کہ معدن ہے نور کا
مشتاق جس کے دید کی ہر ایک حور ہے
زخموں سے تیغ وتیر کے وہ چور چور ہے

(۶۳)

تعریف دست پاک سر دست ہو رقم
شاخ شجر ہے باغ جناں کی زہے کرم
شانے وہ گول گول وہ بازو بصد حشم
روتا ہے جس کے ہجر میں قرطاس پر قلم
ہیں لال ہاتھ رنگ حنا آشکار ہے
پنجوں پہ ان کے پنجۂ مرجاں نثار ہے

(۶۴)

پاؤں یہ وہ ہیں جن کا سروں پر مقام ہے
ان پر ثبات خلق کا بس اختتام ہے
مردم پہ ان کا فرض ادب واحترام ہے
قدموں پہ آنکھیں مل کہ سراپا تمام ہے
واحسرتا یہ جس کے سراپا کا حال ہو
گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہی تن پائمال ہو

(۶۵)

ناگاہ رن میں بہر رجز یہ کئے کلام
دادا ہیں میرے شیر خدا شاہ خاص وعام
مشکل کشا، امیر عرب، خلق کے امام
سرکوبِ مشرکان عرب جن کی ہے حسام
جرأت کا جن کی ذات پہ بس اختتام ہے
آگاہ ہو علیؑ ولی ان کا نام ہے

(۶۶)

بے شک وصی ختم رسلؑ ہیں شہ عرب
دنیا میں جانتے ہیں امام حسنؑ کو سب
ہادی ہیں ان کے بعد شہنشاہ تشنہ لب
عالم پہ آشکار ہے میرا حسب نسب
بیٹا امام کا ہوں بھتیجا امام کا
قاسمؑ ہوں لال میں حسنؑ سبز فام کا

(۶۷)

لاکھوں سے بند میں نہیں گو تشنہ کام ہوں
مشتاق آب خنجر وتیغ وسہام ہوں
تلوار کا دھنی ہوں علیؑ کا غلام ہوں
کچھ کم ہے یہ شرف کہ میں ابن امامؑ ہوں
اس سن میں کیوں نہ مستعد کارزار ہوں
آخر میں ورثہ دار شہؑ ذو الفقار ہوں

(۶۸)

کھینچوں گا جب میں میان سے شمشیر آبدار
دو دو کروں گا سب کو وہ پیدل ہوں یا سوار
طالب ہوں تم سے جنگ کا اے قوم نابکار
آتا نہیں ہے خوف سے اک بہر کارزار
خوں سے زمیں نہ لال ہوئی رزمگاہ کی
بس ہے یہ دیکھنے ہی کی کثرت سپاہ کی

(۶۹)

آیا صفوں کے پاس یہ ازرق نے جب سنا
کہنے لگا یہ فوج سے اپنی وہ بے حیا
غیرت کا یہ مقام حمیت کی ہے یہ جا
اس تشنہ لب صغیر سے جاکر کرو وغا
کیسے جری ہو جرأت و ہمت کو کھو دیا
تم سب نے اپنے ساتھ ہمیں بھی ڈبو دیا

(۷۰)

یہ سن کے بولے ازرق شامی سے، بے حیا
میداں میں جا تو آپ ہی کہتا ہے ہم سے کیا
کہنے لگا یہ غیظ سے وہ بانی جفا
میرا ہے ننگ لڑکوں سے گر میں کروں وغا
اس دعوے پر گواہ شہ مشرقین ہیں
ہاں کچھ میری نبرد کے قابل حسینؑ ہیں

(۷۱)

ہے میرے چار بیٹوں میں سب سے جو خورد تر
لاتا ہے سر یتیم حسنؑ کا وہ کاٹ کر
مڑکر یہ اپنے بیٹے سے بولا وہ بدگہر
اس طفل سے وغا کے لئے جاتو اے پسر
لڑنے میں اس سے خوف ذرا تو نہ کیجیو
سرکاٹنے میں فرق سرمو نہ کیجیو

(۷۲)

بولا پدر سے وہ کہ یہی ہوگا لا کلام
کیا مجھ سے لڑ سکے گا یہ بیکس یہ تشنہ کام
کیوں میں ڈروں گا ڈر کا بھلا کیا ہے یہ مقام
کام اس کا ایک وار میں ہوجائے گا تمام
کرنے نہ پائے مجھ پہ یہ اک وار تو سہی
چھینوں جھپٹ کے ہاتھ سے تلوار تو سہی

(۷۳)

مہلت نہ دوں میں اس کو کبھی ایک وار کی
حسرت ہی اس کے دل میں رہے گیرو دار کی
دوہو کمر سمند کی گردن سوار کی
سیر آپ یاں سے کیجئے اس کارزار کی
آئے کبھی نہ فرق مرے رنگ ڈھنگ میں
کاٹوں اسی کی تیغ سے سر اس کا جنگ میں

(۷۴)

بیٹا پدر سے کرتا تھا جو جو یہاں بیاں
قاسمؑ وہ سن رہے تھے کھڑے چپکے یہ بیاں
میداں کو بہر جنگ چلا جب وہ پہلواں
بیٹھا ادھر فرس پہ سنبھل کر یہ نوجواں
منظور تھا کہ قتل کروں آن بان سے
نوشاہ نے حسام بھی کھینچی میان سے

(۷۵)

پڑھتا ہوا رجز یہ چلا وہ جفا شعار
مجھ سا جواں ہے کون تہہ چرخ کجمدار
بے خوں پیئ رہے گی نہ یہ تیغ آبدار
قاسمؑ نے مسکراکے کہا یہ بصد وقار
مشتاق تیغ تیز وغا میں گلو کی ہے
پیاسی تری حسام یہ تیرے لہو کی ہے

(۷۶)

جھپٹا یہ سن کے غیظ میں تلوار تول کر
آتے ہی وار کرنے لگا پھر وہ بد گہر
فضل خدا سے ایک ہوا پر نہ کار گر
گاٹھے سپر پہ آپ نے وہ سب بصد ہنر
خالی گئے جو وار تو بیکار ہوگیا
کمزور حد کا دست ستمگار ہوگیا

(۷۷)

بڑھ کر جو اس نے وار کیا ایک فرق پر
پکڑی کلائی شیر نے للکار کر ادھر
دہشت سے جھجکا جب وہ ستمگار وبدگہر
قبضہ پہ واں سے مڑگیا پھر دست نامور
جھٹکا دیا جری نے جو اس آن بان سے
تلوار صاف چھین لی اس پہلوان سے

(۷۸)

ہنس ہنس کے شیر نر نے یہ روباہ سے کہا
آیا تھا توتو سیف مری لینے بے حیا
تیری ہی تیغ چھن گئی او بانی جفا
لینے کے دینے پڑگئے ظالم یہ کیا ہوا
کاٹے گی تیغ تیز یہ تیری، گلو ترا
پیاسی بہت ہے اب یہ پیئے گی لہو ترا

(۷۹)

شرمندہ ہو کے سر کو جھکایا جو ایک بار
سر پر لگائی بڑھ کے وہی تیغ آبدار
دھڑ سے گرا زمین پہ فرقِ ستم شعار
پھر ایک ہاتھ میں کیا دو ٹکڑے راہوار
غل تھا نیا یہ رنگ ہے تیغ آزمائی کا
سب ڈھنگ ہے علیؑ ولی کی لڑائی کا

(۸۰)

نوشاہ نے یہ بڑھ کے پھر ازرق سے یوں کہا
کیا نام اس نے آج کیا رن میں مرحبا
دیکھا تو ہوگا تونے تماشا لڑائی کا
اب دوسرے کو بھیج ستمگر پئے وغا
یہ سن کے غیظ میں نگہ تند تیز کی
پھر دوسرے پسر کو رضادی ستیز کی

(۸۱)

نیزہ ہلاتا رن کو چلا جب وہ بد گہر
بھالا سنبھالا آپ نے بھی پھر بصد ہنر
گھوڑا اڑا کے آیا وہ جس دم قریب تر
برچھی پہ پشت زین سے اٹھا بکر وفر
نشہ وہ سب شراب کا کافور ہوگیا
پٹکا زمین پہ جب تو شقی چور ہوگیا

(۸۲)

ازرق نے روکے تیسرے بیٹے کو دی رضا
دہشت سے پاس آیا نہ وہ بانی جفا
پلّے سے ایک تیر جو قاسمؑ پہ سر کیا
خالی دیا جری نے اسے بھی دم وغا
دکھلایا یوں جری نے ہنر آن بان کا
پھرتی سے ہاتھ میں لیا کنٹھا کمان کا

(۸۳)

حلقوم تاک کر جو کیا پھر جری نے تیر
گردن ہوئی نشانہ زہے تیر بے نظیر
کھینچا شقی نے تیر تو حالت ہوئی تغیر
زیں سے زمیں پہ گر کے لگا لوٹنے شریر
گرتے ہی زیں سے موت کا خنجر بھی چل گیا
زخم گلو سے خوں جو بہا دم نکل گیا

(۸۴)

چوتھا چلا وغا کیلئے چھیڑ کر سمند
پر کانپتا تھا خوف سے ظالم کا بند بند
سوچا میں تیغ سے نہ کبھی ہوں گا بہرہ مند
اک گرز گاو سر کو چلا لیکے خود پسند
آگاہ تھا جو شیر کے حملوں کے رنگ سے
بزدل شغال جان چراتا تھا جنگ سے

(۸۵)

آیا جو پاس تول کے وہ گرزگاو سر
قائم ہوا رکاب پہ سرکش بکر و فر
غصہ میں دونوں ہاتھوں سے مارا جو فرق پر
بائیں طرف یہ شیر ہٹا تب بصد ہنر
خالی گیا جو وار ستم گار گر پڑا
گھوڑے کے پاس خاک پہ غدار گر پڑا

(۸۶)

سر کے جو بل زمیں پہ گرا وہ جفا شعار
رومال منہ پر رکھ کے ہنسا تب یہ نامدار
پلٹا جو اسپ قاسمؑ نوشاہ ایک بار
ناگاہ سر پہ پڑ گئے پاپائے راہوار
افتاد بے اماں سے وہ مجبور ہوگیا
ٹاپوں سے اس کا کاسۂ سرچور ہوگیا

(۸۷)

ازرق سے آپ نے یہ کہا پھر پکار کر
لے کام تیرے آئے یہ چاروں ترے پسر
اس کو بھی بھیج اور ہو باقی کوئی اگر
یا آپ اپنی مرگ پہ تو باندھ اب کمر
مغموم کیوں ہے فرق نہ کر آن بان میں
بیٹوں سے جا ملے گا تو خود کوئی آن میں

(۸۸)

سچ ہے بڑے جری تھے یہ سب بانیٔ جفا
کیا کیا کیا ہے نام ہر اک نے دم وغا
خود جان اپنی دینے کو آئے تھے اشقیا
کھائی نہ ایک تیغ بھی اَحسَنتَ، مرحبا
دھوئے ہوئے تھے ہاتھ یہ آپ اپنی جان سے
کیوں کھینچتا حسام میں بیکار میان سے

(۸۹)

بولا یہ سن کے غیظ وغضب میں وہ نابکار
بے مثل وہ جواں تھے تہہ چرخ کجمدار
کرتے مگر وہ کیا کہ اجل تھی گلوں کا ہار
لے اب برائے جنگ میں آتا ہوں ہوشیار
کھوتا نہ تجھ سے لڑ کے کبھی نام ونگ کو
پر انتقام کے لئے آیا ہوں جنگ کو

(۹۰)

تو نے کئے ہیں قتل مرے چار لالہ فام
پیاسا ترے لہو کا ہوں اے طفل تشنہ کام
لینا نہ ہوتا تجھ سے اگر ان کا انتقام
پھر کھینچتا نہ میان سے تجھ پر کبھی حسام
ان کو ہنر دکھاتا میں تیغ آزمائی کا
ہوتے اگر علیؑ تو مزا تھا لڑائی کا

(۹۱)

ابن حسنؑ نے غیظ میں ازرق سے یہ کہا
اے بے خرد یہ حرف تعلّی نہیں روا
شیر خدا کجا، سگِ ناپاک توکجا
سر بر کبھی نہ ہوئے گا مجھ سے دم وغا
کم سن ہوں فاقہ کش ہوں بہت تشنہ کام ہوں
ادنا سا ایک میں بھی علیؑ کا غلام ہوں

مطلع

(۹۲)

بہزاد طبع جنگ کا ساماں دکھا مجھے
اپنے قلم میں رزم کا میداں دکھا مجھے
بزدل کو خوف شیر سے حیراں دکھا مجھے
ازرق کی شکل نحس وپریشاں دکھا مجھے
حضار آج صورت بے پیر دیکھ لیں
ہر صفحہ خیال پہ تصویر دیکھ لیں

(۹۳)

جھوما یہ سن کے غیظ وغضب میں وہ نابکار
اصطبل سے طلب کیا پھر اس نے راہوار
لے آیا اسپ دوڑ کے خادم بصد وقار
پھُرتی سے صدر زیں پہ ہوا وہ شقی سوار
بے انتہا بلند وہ قد طویل تھا
گر دیوتھا سوار تو رہوار فیل تھا

(۹۴)

کوہ ابو قبیس تھا وہ مغفر گراں
قلعے پہ صاف ایک منارے کا تھا گماں
اس کے سر نجس کی بزرگی ہوکیا بیاں
رکھا تھا ایک کوہ پہ اک کوہ الاماں
پیشانی تھی بزرگ و سیہ اس ذلیل کی
دو درجہ تھی بڑھی ہوئی مستک سے فیل کی

(۹۵)

عقرب سیاہ تھے کہ وہ ابروئے پر جفا
جنبش جو تھی یہ نیش زنی کا تھا مقتضا
موہائے سخت وہ کہ جو کانٹوں سے تھے سوا
ازرق کی آنکھیں زرد تھیں مانند کہربا
پلکیں تھیں کب یہ آنکھوں میں اس روسیاہ کی
دیکھو یہ کہربانے کشش کی ہے کاہ کی

(۹۶)

مانند قیر رنگِ شقی ہے سیاہ وتار
ہے نابدان یا کہ وہ بینی بد وقار
چنگل وہ موذی کا ہے کہ لب ہائے نابکار
اور ہے دہانِ گور دہانِ جفا شعار
چپ ڈر سے شکل مردہ ہے گو تن میں جان ہے
میّت ہے گور میں کہ دہن میں زبان ہے

(۹۷)

کاواک دانت وہ کہ دہن جس سے بدنما
دنداں شتر کے ان کو کہوں گر تو ہے بجا
ہر موتھا اس سبیل کا یا پر تھا زاغ کا
ڈاڑھی بھی وہ بڑھی ہوئی بے حد وانتہا
رکھی تھی وضع سب سے الگ امتیاز کو
کانوں میں وہ لپیٹے تھا ریش دراز کو

(۹۸)

گردن کلفت وسخت وسیہ وہ کہ الاماں
پاہائے فیل سامنے تھے جس کے ناتواں
ادنا سا ایک قوت و طاقت کا ہے بیاں
رکھا تھا جس پہ بارِ سرِ مغفرِ گراں
جز سرکشی کے خوئے تواضع زری نہیں
گردن کبھی وہ پیش خدا بھی جھکی نہیں

(۹۹)

وہ ہاتھ اس شقی کے زبردست الاماں
پاہائے فیل سے ہیں وہ بازوئے پہلواں
ہیں سب سیاہ وسخت ودرشت اس کی انگلیاں
پنجہ ہے پنجشاخہٗ خاموش بے گماں
فاسق ہے بادہ خوار ہے اور پر گناہ ہے
روشن ہوا کہ بخت سیہ رو سیاہ ہے

(۱۰۰)

اعلی کے تن سے بھی تن اسفل ہے کچھ قوی
پاؤں سے اس شقی کے ہے نسبت ستون کی
پٹکا کمر کا ہے کہ ہے زنجیر آ ہنی
ڈھونڈھی بہت مثال نہ لیکن کہیں ملی
بے شک ہے بے عدیل یہ شوکت میں شان میں
اس دھج کا آدمی نہیں دیکھا جہان میں

(۱۰۱)

بھاری زرہ وہ جسم میں پہنے تھا خیرہ سر
کڑیوں پہ جس کی تیغ کبھی ہو نہ کار گر
پہنے تھا بر میں جوشن وبکتر وہ بدگہر
زنجیر آہنی سے کسے تھا لعیں کمر
اسفندیار یاں ہے بھلا کس شمار میں
غل تھا جنوں میں دیوسیہ ہے حصار میں

(۱۰۲)

قربوس پر دھرا ہوا اک گزر گاؤسر
مملو خدنگ ظلم سے ترکش تھا سر بسر
کنٹھا کماں کا دوش پہ اور پشت پر سپر
پہلو میں تھی عروس کہ شمشیر شعلہ ور
فاسق ہے بادہ خوار ہے اور پرگناہ ہے
روشن ہوا کہ بخت سیہ رو سیاہ ہے

(۱۰۳)

پڑھنے لگا رجز وہ ستمگار ناگہاں
مجھ ساجوان کوئی نہیں زیر آسماں
ادنا سا ہے یہ زور مراوقت امتحاں
شیروں کی توڑ ڈالی ہیں میں نے کلائیاں
مجھ سے مقابلے میں زبردست زیر ہو
ہیجان میرے ایک طمانچے سے شیر ہو

(۱۰۴)

میداں میں میرے سامنے دو تین چار کیا؟
پیدل کی کیا بساط ہے اوج سوار کیا؟
بہر وغا جو آئے تو سو کیا ہزار کیا؟
سہراب و زال و رستم اسفندیار کیا؟
کچھ اصل دیو وجن کی بھی میں جانتا نہیں
دنیا میں میں کسی کو کبھی مانتا نہیں

(۱۰۵)

چورنگ فیل مست کو کرتی ہے یہ حسام
جس پر پڑے یہ دم میں تڑپ کر ہووہ تمام
مجھ سے وغا طلب ہے جوائے طفل تشنہ کام
تو جانتا ہے کون ہوں میں کیا ہے میرا نام
بے مثل و بے نظیر ہوں میں آن بان میں
کہتے ہیں مجھ کو ازرق شامی جہان میں

(۱۰۶)

فرمایا بڑھ کے آپ نے چپ او زباں دراز
دعویٰ یہ فربہی پہ، یہ قوت پہ اپنی ناز
سرکش غرور و کبر سے ہوگا نہ سرفراز
تجھ سے ہیں لاکھوں بندۂ معبود بے نیاز
شان و شکوہ دی ہے خداوند جاہ نے
افضل کیا ہے ایک سے اک کو الہٰ نے

(۱۰۷)

جو جو کئے ہیں تونے تعلّی کے یہ کلام
یہ سب مزخرفات ہیں او نطفۂ حرام
جنگ وجدل میں کچھ نہیں تیغ زباں کا کام
ہاں جانتا ہوں ازرقِ شامی ہے تیرا نام
کوئی دکھا کمال جدال وقتال کا
دشت وغا میں کام نہیں قیل وقال کا

(۱۰۸)

ظالم اگر سپاہ گری کا ہے ادعا
شمشیر و گرز و نیزہ و ناوک کے ماورا
جس فن میں ہو کمال اسی سے توکر وغا
کہنے لگا یہ کبر وتکبر سے بے حیا
اے طفل تجھ کو جان بچانا محال ہے
کامل ہوں، سب فنون میں مجھ کو کمال ہے

(۱۰۹)

ناگاہ دیکھا شاہ نے جسدم یہ ماجرا
یعنی کہ رن میں آیا ہے ازرق پئے وغا
بسکہ سپہگری میں وہ سرکش تھا بدبلا
گھبرا گئے یہ دیکھ کے سلطانِ کربلا
قربان اس خیال شہ ذی وقار کے
ہاتھوں پہ رکھا سر سے عمامہ اتار کے

(۱۱۰)

درگاہ کبریا میں یہ کی روکے پھر دعا
یارب! سر یتیم سے ردکر تو یہ بلا
کامل سپہگری میں ہے یہ بانی جفا
اس تشنہ لب صغیر کو تو فتح کرعطا
خوں سے شفق کے دشت وغا لال لال ہو
سر سبز کھیت میں یہ مرا نونہال ہو

(۱۱۱)

کرتے تھے یاں دعا یہ شہنشاہ بحر وبر
آمادہ واں وغا پہ ہوا وہ بصد ہنر
جھپٹا جو گرزتول کے میداں سے بد گہر
قاسمؑ نے بھی اٹھا لیا اک گرزگاؤ سر
آتے ہی ماراگرز گراں بدخصال نے
روکا وہ گرز گرز پہ شبرؑ کے لال نے

(۱۱۲)

رد و بدل یونہی رہی میداں میں یکدگر
رد ہوتا تھا وہ وار جو کرتا تھا بے ہنر
غازی نے ماراگرز پہ جب گرز گاؤ سر
پنجے سے چھوٹ کروہ گرا گرز خاک پر
بالائے خاک گرز لعین وہ کہاں گرا
ثابت ہوا زمین پہ کوہ گراں گرا

(۱۱۳)

شرمندہ وہ ہوا تو یہ نوشاہ نے کہا
آنکھوں کو کیوں چراتا ہے او بانی جفا
میری طرف تو دیکھ ستمگر یہ کیا ہوا
محجوب کیوں ہے جائے خجالت ہے اس میں کیا
معنی ہیں جیوٹوں کے، یہی آن بان کے
پھینکا ہے تونے خود ابھی بیکار جان کے

(۱۱۴)

اس نے دیا جواب نہ اس کا تو کچھ مگر
بزدل نے شیر ببر پہ ڈالی کڑی نظر
بھالا سنبھالا غیظ وغضب میں بکرو فر
نیزہ ہلایا شیر نے بھی صورت پدر
چمکی تمام دشت میں تنویر مجتبیٰؑ
آنکھوں میں سب کے پھر گئی تصویر مجتبیٰؑ

(۱۱۵)

چلنے لگاوہ بھالے پہ بھالا کہ الاماں
وہ نوک جھونک قہر کی، آفت کی وہ تکاں
جب لڑگئی وغا میں سنان سے کوئی سناں
چنگاریاں فضا میں اڑیں زیر آسماں
ناری سے معرکہ ہو جب اس رنگ ڈھنگ کا
پھر کس طرح نہ گرم ہو بازار جنگ کا

(۱۱۶)

ڈانڈوں کی وہ صدائیں سنانوں کی وہ چمک
لہرا رہے تھے ناگ کہ نیزوں کی تھی لچک
دو اژدہے گتھے ہوئے تھے یاتہہ فلک
غرفوں سے محو دیدتماشا تھے سب ملک
آپس میں کہتے تھے کبھی یوں رن پڑا نہیں
دولہا کوئی جہان میں ایسا لڑا نہیں

(۱۱۷)

غازی نے مارا ڈانڈ پہ وہ ڈانڈ الحذر
جس سے گری زمیں پہ سناں چوب ٹوٹ کر
آیا گیا جو نیزہ خطی قریب سر
نوک سنا ں پہ خود اٹھ آیا زہے ہنر
اک غل ہوا کہ شان ہے کیا کیا شکوہ ہے
دیکھو بلند آج ہوا پر یہ کوہ ہے

(۱۱۸)

عباسؑ نامدار نے دیکھی جو یہ وغا
دو ایک گام بڑھ کے یہ قاسمؑ کو دی صدا
اے جان عم! نثار ہو سو جان سے چچا
کیا کام تم نے آج کیا واہ مرحبا
مشتاق ہم تو رہتے ہیں اس رنگ ڈھنگ کے
کہتے ہیں اِس کو جنگ، یہ معنی ہیں جنگ کے

(۱۱۹)

کیا نوک جھونک تم نے دکھائی، چچا نثار
یہ آج کی وغا بھی تمہاری ہے یادگار
یہ سن، یہ بھوک پیاس، یہ حملے، یہ کارزار
بیٹا بچائے پر نظر بد سے کردگار
ہوش وحواس کیوں نہ اڑیں اس شغال کے
یہ رنگ ڈھنگ ہیں اسد ذوالجلال کے

(۱۲۰)

تسلیم کرکے قاسمؑ نوشاہ نے کہا
محجوب اب نہ کیجئے اے ابن مرتضیٰؑ
میری ہے کیا مجال جو اس سے کروں وغا
جو کچھ ہوا یہ آپ کی تعلیم سے ہوا
سب فیض آپ کا ہے تصدق امام کا
اقبال ہے حسین علیہ السلام کا

(۱۲۱)

عباسؑ ذی حشم سے یہ جب کرچکا بیاں
آمادۂ نبرد ہوا پھر یہ نوجواں
پھینکا وہ خود خیمۂ ازرق پہ ناگہاں
ثابت ہوا زمیں پہ گرا پھٹ کے آسماں
اک داغ اور دل میں ستمگر کے پھر پڑا
ٹوٹیں طنابیں خاک پہ وہ خیمہ گر پڑا

(۱۲۲)

جوڑا کماں میں تیر خطا کار نے وہاں
صفدر نے یاں بھی لیس کیا تیر بے اماں
کڑکیں کمانیں دونوں طرف رن میں ناگہاں
دونوں وہ تیر سن سے برابر ہوئے رواں
آئے نظر کسی کو نہ ساری سپاہ میں
دونوں بہم زمیں پہ گرے مل کے راہ میں

(۱۲۳)

کرتا تھا سر خدنگ وہ جوجو ستم شعار
چلتا تھا یاں سے تیر بھی ساتھ ہی زہے وقار
مل مل کے یونہی گرتا تھا ایک ایک بار بار
غصہ میں چاہتا تھا وہ ہونٹوں کو نابکار
غل تھا کہ ان کا سب سے جدا رنگ ڈھنگ ہے
اعجاز کی وغا ہے کہ آفت کی جنگ ہے

(۱۲۴)

حیراں ہوا یہ دیکھ کے ازرق جفا شعار
ہوش وحواس اڑگئے ظالم کے ایک بار
کہتا تھا دل میں سحر ہے یہ یا یہ کارزار
مایوس زندگی سے ہوا اپنی نابکار
سر برہوں ان سے وقت (وغا) یہ محال ہے
بے مثل فن جنگ میں شبرؑ کا لال ہے

(۱۲۵)

تھمتا کبھی نہ دشت وغا میں وہ خیرہ سر
راہ گریز روکے ہوئے تھی اجل مگر
چارہ سوائے جنگ کے آیا نہ جب نظر
ڈورا شقی نے تیغ کا کھولا بکر وفر
قبضہ پہ یاں بھی ہاتھ پڑا آن بان سے
تلواریں دونوں ساتھ کھنچیں شپ سے میان سے

(۱۲۶)

کاٹھی سے نکلیں دونوں چمک کر جو ایک بار
روشن تمام ہوگیا میدان کارزار
دو بجلیاں ہیں ایک جگہ شان کردگار
ازرق کے دل کی طرح وہ دونوں ہیں بے قرار
بجلی سے اضطرار کبھی اس کا کم نہ تھا
سیماب وار اس کو سکوں ایک دم نہ تھا

(۱۲۷)

وہ آگ تھی یہ صاعقۂ شعلہ بار تھی
بزدل پہ وہ فدا یہ اسد پر نثار تھی
وہ خار تھی یہ جوہروں سے لالہ زار تھی
فصل خزاں وہ تھی تو یہ فصلِ بہار تھی
بے بار وگل وہ سروسی تھی ایک ڈھنگ میں
ہر فصل میں یہ پھولتی پھلتی تھی جنگ میں

(۱۲۸)

دل تنگ وہ تھی، جنگ کو یہ بے قرار تھی
آنکھیں چرائے وہ تھی یہ سب سے دوچار تھی
روپوش تھی وہ ڈھال میں، یہ آشکار تھی
وہ تیغ بد وقار تھی، یہ با وقار تھی
نظروں میں وہ سبک تھی، یہ کوہ ثقیل تھی
بے اصل وہ حسام تھی، اور یہ اصیل تھی

(۱۲۹)

بے آب وہ حسام تھی یہ آبدار تھی
پیدل تھی وہ، یہ سر پہ شقی کے سوار تھی
وہ بھاگتی تھی اور گلے کا یہ ہار تھی
گرتھی وہ تیغِ تیز تو یہ ذوالفقار تھی
کرتی تھی دو اگر کسی قدِ طویل کو
یہ کاٹتی زمیں پہ پر جبرئیل کو

(۱۳۰)

وہ تیغ رو سفید تھی یہ لالہ فام تھی
وہ پست تھی اگر تو یہ عالی مقام تھی
چلنے میں وہ ہوا تھی تو یہ بادشام تھی
پانی وہ گر پئے تھی تو یہ تشنہ کام تھی
تھی فکر اس کو خود کی، اس کو گلو کی تھی
سیراب وہ تھی اور یہ پیاسی لہو کی تھی

(۱۳۱)

آئی اگر وہ خود پہ مغفر پہ یہ گئی
چمکی قریب ڈھال کے وہ، سر پہ یہ گئی
پنجہ پہ وہ تو دست ستمگر پہ یہ گئی
سینے پہ وہ تو جوشن وبکتر پہ یہ گئی
دونوں کی ہیں لڑائی میں آنکھیں لڑی ہوئی
چلتی تھیں دونوں سمت سے چوٹیں کھنچی ہوئی

(۱۳۲)

رد ہورہے تھے وار غضب کے ادھر ادھر
جھنجھلا کے اس نے وار کیا ایک فرق پر
روکا جری نے ڈھال پہ اس کو زہے ہنر
الجھی سپر میں کانپ کے وہ تیغ شعلہ ور
یاں پھر گئی کلائی جو اس نامدار کی
تلوار چھن سے ٹوٹ گئی نابکار کی

(۱۳۳)

یوں دست پاچہ ہوگیا غدار اس گھڑی
تلوار دہنے بائیں لگا ڈھونڈھنے شقی
شرمندہ ہوکے پھر یہ لگا کہنے وہ دنی
"اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی"
قسمت کا میری دور سپر پھیر ہوگیا
گل شمع فہم ہوگئی اندھیر ہوگیا

(۱۳۴)

نوشاہ نے جو دیکھا کہ ظالم ہے بے حواس
ہنس ہنس کے اس سے کہنے لگا تب یہ حق شناس
چھایا ہے تیرے منہ پہ جو اتنا غم وہراس
جرأت کا بھی ہے کچھ تجھے او نابکار پاس
دل ہیں سبھوں کے جنگ وجدل میں لڑے ہوئے
تجھ کو کہیں گے کیا جو جری ہیں کھڑے ہوئے

(۱۳۵)

کیوں اتنا بے حواس ہے او بانی جفا
محجوب کیوں ہے جائے خجالت ہے اس میں کیا
بے شک سپہ گری میں تو یکتا ہے بے حیا
تلوار تیری ٹوٹ گئی گر تو کیا ہوا
ارمان کوئی دل کا بھلا کیا نکل سکے
قسمت میں ہو شکست تو کیا زور چل سکے

(۱۳۶)

ہے شرط ایک ہاتھ لگاؤں اب او لعیں
دو ٹکڑے صاف تو ہو ابھی او عدوے دیں
تلوار کاٹتی ہوئی جائے یہ تاجبیں
جنگ و جدل میں یہ مرا شیوہ مگر نہیں
بے بس کا قتل جرأت وہمت سے دور ہے
مہلت یہاں حریف کو دینا ضرور ہے

(۱۳۷)

تلوار اور کر تو طلب او جفا شعار
حجت نہ کوئی تاکہ رہے وقت کارزار
خوش ہو کے عرض کرنے لگا تب وہ نابکار
جرأت میں مثل رکھتے نہیں آپ زینہار
جو آپ نے کیا یہ دلیروں کا کام ہے
ہر اک کا کام یہ نہیں شیروں کا کام ہے

(۱۳۸)

خادم سے پھر پکار کے بولا وہ خیرہ سر
لا اور جلد میرے لئے تیغ شعلہ ور
القصہ تیغ تیز وہ لے آیا دوڑ کر
قبضے میں لے کے کہنے لگا پھر وہ بے ہنر
اب دیر کچھ ضرور نہیں گیرودار میں
ہاں اے جواں بگیروبدہ کارزار میں

(۱۳۹)

یہ کہہ کے وار کرنے لگا پھر وہ متصل
تھا وار ایک ایک ستمگر کا جانگسل
پہلو پہ گہہ وہ تیغ تھی اور گہہ قریب دل
حملوں سے اپنے ہوگیا وہ آپ مضمحل
دم چڑھ گیا نبرد میں وہ ہانپنے لگا
بزدل کا خوف شیر سے دل کانپنے لگا

(۱۴۰)

لے کر علیؑ کا نام کیا جھک کے ایک وار
قربان دست پاک و زہے تیغ آبدار
گھوڑے کے چاروں پاؤں کئے صاف ایک بار
آیا جو انقلاب تو پیدل ہوا سوار
ٹھہرا گیا نہ ازرق شامی سے زین پر
رہوار کیا پہاڑ گرا اک زمین پر

(۱۴۱)

کاوے میں گھیرا آپ نے اس کو بکروفر
دہشت سے دیکھنے لگا ظالم اِدھر اُدھر
پنجے سے پر نہ شیر کے پایا کہیں مفر
ناگہہ پڑی جو فرق پہ یہ تیغ شعلہ ور
خود و گلو و صدر و کمر کاٹتی اٹھی
پایا مزا جو خوں کا تو لب چاٹتی اٹھی

(۱۴۲)

جس دم گرا وہ خاک پہ دو ہو کے پہلواں
تکبیر کہہ کے جوش میں جھوما یہ نوجواں
آواز آئی رن سے جو قاسمؑ کی ناگہاں
سجدے کو یاں زمیں پہ جھکے قبلۂ زماں
کرتے تھے عرض اے مرے پروردگار! شکر
ازرق کو اس یتیم نے مارا ہزار شکر

(۱۴۳)

فضہؑ نے در سے دور پہ دیکھی جو یہ وغا
خیمے میں آکے اہل حرم سے یہ تب کہا
دولہا کی ماں کہاں ہے مبارک کرے خدا
نوشاہ تشنہ کام نے ازرق کو دو کیا
دشت وغا میں کام یہ قاسمؑ نے کیا کیا
یہ سن کے سب نے شکر کا سجدہ ادا کیا

(۱۴۴)

جس دم سنی عروس نے فضہؑ سے یہ خبر
فرط خوشی سے رخ پہ بہے اشک سر بسر
سجدے کو سوئے قبلہ جھکی پھر وہ خاک پر
اٹھی جو کرکے شکر کا سجدہ بچشم تر
دل میں خیال ہجر کا ناگاہ آگیا
سینے میں فرط غم سے جگر تھر تھرا گیا

(۱۴۵)

یاں کا تو حال یہ ہے، وہاں کی سنو خبر
دو کرچکا جو ازرق شامی کو نامور
آیا مقابلے کو نہ ایک ایک خیرہ سر
چاروں طرف سے گھیر لیا شیر کو مگر
غصے میں تھے چڑھے ہوئے ابرو دلیر کے
ضرغام کی جھپٹ تھی تو حملے تھے شیر کے

(۱۴۶)

تھے حملہ ور ادھر کبھی فوجوں پہ گہہ اِدھر
کی دو کمر کسی کی تو کاٹا کسی کا سر
مارا جھپٹ کے ایک کو گرز، ایک کو تبر
پٹکا پکڑ کے، ایک (کو) پٹکا زمیں پر
سب گرد برد خاک میں مغرور ہوگیا
دی استخوانِ تن نے صدا چور ہوگیا

(۱۴۷)

انصاف کامقام تصور کی ہے یہ جا
کب تک یہ شیر فوج سے تنہا کرے وغا
چلتے نہیں ہیں ضعف سے صفدر کے دست وپا
اور اس پہ غلبہ پیاس کا اے وا مصیبتا
پژمردہ دو ہیں پھول یہ کانوں کی شان ہے
مانند خار خشک دہن میں زبان ہے

(۱۴۸)

تنہا تھا فوج شام میں یہ شیر حملہ ور
آئے گئے جو تیغ بکف آپ اِدھر اُدھر
اک تیغِ تیز پڑ گئی ناگاہ فرق پر
شق ہوگئی جبیں تو ہوا جسم خوں میں تر
دولہا لہو کے بہنے سے بے حال ہوگیا
خلعت کی طرح رخت بدن لال ہوگیا

(۱۴۹)

سرکس کے باندھا آپ نے رومال پھاڑ کر
اتنے میں اور پڑ گئیں دو تیغیں فرق پر
تیورا کے جھومنے لگا زیں پروہ نامور
بس تھر تھرا کے گر پڑا گھوڑے سے شیرِ نر
گرتے ہی دی صدا یہ شہ تشنہ کام کو
کشتہ کیا ہے گھیر کے سب نے غلام کو

(۱۵۰)

زیں سے گرا زمین پہ غازیؑ جو ایک بار
تلواریں کھینچ کھینچ کے پیدل ہوئے سوار
چاروں طرف سے چلنے لگیں تیغیں آبدار
سب ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے قاسمؑ جگر فگار
تیغیں اثر میں ہوگئیں زہر جفا کی طرح
ٹکڑے ہوا بدن جگر مجتبیٰؑ کی طرح

(۱۵۱)

کہنے لگا یہ فوج سے شمر ستم شعار
دوڑا کے گھوڑے آؤ اُدھر کے اِدھر سوار
اور اس طرف کے جائیں ادھر تیز راہوار
پامال تا ہو لاشۂ قاسم جگر فگار
شادی ہو ابن سعد کو تم کو سرور ہو
دولہا کا سب سموں سے بدن چور چور ہو

(۱۵۲)

آمادہ اس ستم پہ ہوئے سب ستم شعار
دوڑا کے گھوڑے آئے اُدھر کے اِدھر سوار
اِس سمت سے ادھر کو گئے تیز راہوار
اور بیچ میں تھا لاشہ نوشاہ ذی وقار
دولہا کا بعد قتل عجب حال ہوگیا
گھوڑوں سے لاشا شیر کاپامال ہوگیا

(۱۵۳)

قاسمؑ کی لاش ڈھونڈھنے آتے تھے شہ یہاں
تھے ساتھ ساتھ اکبرؑ و عباسؑ نوجواں
پہنچے جو اس ہجوم میں شاہنشہ زماں
دیکھا وہ حال جس کا ہوا تھا ابھی بیاں
یعنی زمین خون سے سب لال ہوگئی
گھوڑوں سے لاش شیر کی پامال ہوگئی

(۱۵۴)

رونے لگے یہ دیکھ کے شاہؑ فلک مقام
گویا زبان حال سے فرماتے تھے امامؑ
پامال رن میں ہوگئے اے میرے لالہ فام
تم سے بہت خجل ہے یہ مظلوم وتشنہ کام
ظاہر حسنؑ پہ اپنی مصیبت نہ کیجیو
بیٹا پدر سے میری شکایت نہ کیجیو

(۱۵۵)

عباسؑ نامدار نے پھر یہ کیا بیاں
دیکھوتو آنکھیں کھول کے اے میرے نوجواں
بالیں پہ رو رہے ہیں شہنشاہ دوجہاں
آنکھوں سے اشک عارض اقدس پہ ہیں رواں
تم بھی تو ساتھ شہ کے ذرا اشک بار ہو
لو اٹھ کھڑے ہو شاہ امم پرنثار ہو

(۱۵۶)

ہم شکل مصطفیؐ نے یہ رو رو کے پھر کہا
کیسی یہ نیند آج ہے میں تم پہ ہوں فدا
حضرت کھڑے ہیں دیر سے چونکو تو اک ذرا
لو مجھ پہ اب کھلا کہ جہاں سے سفر کیا
گلگشت باغ خلد کو تنہا چلے گئے
بچپن کا ساتھ چھوڑ کے بھیّا چلے گئے

(۱۵۷)

خیمے میں بی بیوں نے سنی جبکہ یہ خبر
رونے لگی ہر ایک سر وسینہ پیٹ کر
دولہا کی ماں یہ کہتی تھی تھامے ہوئے جگر
لوگو بتاؤ کس نے جہاں سے کیا سفر
یہ کون باغ دہر سے اب بے خبر گیا
سنتی ہوں میں کہ کوئی جوانمرگ مر گیا

(۱۵۸)

جس دم سنا عروس نے یہ حال پر ملال
یعنی کیا جہان سے دولہا نے انتقال
یوں پیٹا منہ کہ ہوگئے رخسار لال لال
رورو کے کھولیں مینڈھیاں بکھرائے سر کے بال
جا بیٹھی ایک گوشے میں منہ سب سے موڑ کے
پھینکا دلہن نے سہرے کی لڑیوں کو توڑ کے

(۱۵۹)

ناگاہ آئی پیٹتی قاسمؑ بنے کی ماں
رو روکے پیٹ پیٹ کے کرنے لگی بیاں
لوگو! بتاؤ وہ مرا ناشاد ہے کہاں
کہہ دے کوئی یہ اس سے بصد نالہ وفغاں
بیدار جو ہوئی تھی وہ تقدیر سو گئی
دولہا ہوا شہید، دلہن رانڈ ہوگئی

(۱۶۰)

کیا بیٹھی کررہی ہے وہ ناشاد ونوحہ گر
کہہ دو کہ کھولے مینڈھیاں سر کی وہ سر بسر
کانوں سے گوشوارے اتارے بچشم تر
چادر سفید لاتی ہے یہ سوختہ جگر
زندہ رہی میں اشک بہانے کے واسطے
رنڈسالہ لائی ہوں میں پنہانے کے واسطے

(۱۶۱)

آئی دلہن کے پاس وہ جسدم بچشم نم
چادر سفید سر پہ اڑھائی بدردوغم
کہنے لگیں یہ دیکھ کے سیدانیاں بہم
شب کو عروس دن کو ہوئی رانڈ ہے ستم
ہلتا تھا خیمہ بی بیوں کے شور وشین سے
ٹکڑے جگر کے ہوتے تھے بیوہ کے بین سے

(۱۶۲)

کہنے لگی یہ روکے دلہن پھر بصد ملال
صاحب ہے کچھ ہمارے رنڈاپے کا بھی خیال
دیکھو ہمارا دید کے قابل ہے آج حال
لونوچتی ہوں ہاتھوں سے میں اپنے سر کے بال
ناشاد ونامراد وحزیں تا کہ کام لے
اتنا نہیں کوئی جو مرا ہاتھ تھام لے

(۱۶۳)

یہ سن ہمارا اوریہ رنج وغم والم
دار محن میں سچ ہے بہم ہے خوشی وغم
شب کو بنے عروس، ہوئے دن کو رانڈ ہم
بیوہ نہ کوئی مجھ سی جہاں میں ہو، ہے ستم
کیوں کر نہ روکے شور قیامت بپا کروں
دل پر نہ اختیار ہو میرا تو کیا کروں

(۱۶۴)

یوں نوحہ گر تھی بیوۂ تازہ بحال زار
سینوں میں جس سے بی بیوں کے دل تھے بے قرار
سر پیٹ کے جو روئی وہ ناشاد وسوگوار
فرط بکا سے آگیا غش اس کو ایک بار
خیمے میں اہل بیتؑ بھی خاموش ہوگئے
گر گر کے فرش خاک پہ بے ہوش ہوگئے

(۱۶۵)

خاموش بسکہ اب نہیں فاخرؔ کسی میں حال
درگاہ حق میں عرض یہ کر تو بصد ملال
تجھ سے یہ التماس ہے اے میرے ذو الجلال
جلدی ملے مراد نہ رد ہو مرا سوال
ذاکر مجھے سمجھ تو شہ مشرقینؑ کا
صدقہ حسنؑ کا اور تصدق حسینؑ کا

رباعی

کیا خوب تقرّب کی بھی صورت کرلی
ہر طرح سے بس ختم محبت کرلی
یہ کب درِ مہدیؑ سے کہیں اور گئی
حضرت سے امامت نے بھی بیعت کرلی

مولانا جاوید اجتہادی